

## ۱۔ شرح:

میں صحرا کے چکر کاٹ

رہا تھا۔ پاؤں میں

اتنے کانٹے چھبے کہ

بے بس ہو کر بیٹھ گیا

اور کانٹے نکالنے کے

لیے پاؤں زانو پر

رکھ لیا، جہاں دامن

پہنچا ہوا تھا۔ اگر

زانو کو آئینہ سمجھ لیا

پا بہ دامن ہو رہا ہوں، بس کہ میں صحرا لوزد

خارہ پا ہیں جو ہر آئینہ زانو مجھے

دیکھنا حالت مرے دل کی ہم آغوشی کے بعد

ہے نگاہ آشنا تیرا سر ہر مو مجھے

ہوں سراپا ساز آہنگ شکایت کچھ نہ پوچھ

ہے یہی بہتر کہ لوگوں میں نہ چھڑے تو مجھے

جائے تو میرے پاؤں کے کانٹے اس آئینے میں جو ہر معلوم ہوتے ہیں۔

اس شعر کے سلسلے میں دو باتیں پیش نظر رکھنی چاہئیں۔ اول صوفیہ کے

نزدیک سر زانو پر مراقبے میں رکھا جاتا ہے۔ چونکہ مراقبے میں عالم علوی سے فیض

حاصل ہوتا اور دل جلا پاتا ہے اور اس لیے زانو کو اصطلاح صوفیہ میں آئینہ

کہنے لگے۔ دوم کانٹے نکالتے وقت پاؤں زانو پر رکھا جاتا ہے تاکہ تمام کانٹوں

کا پتا چل جائے اور انھیں نکالنے میں سہولت ہوتی ہے۔ مرزا نے صوفیہ کی اصطلاح

کے مطابق زانو کو آئینے سے تشبیہ دی، پھر کانٹوں کو اس آئینے کے جوہر بنا دیا۔

جیسا کہ پہلے بار ہا عرض کیا جا چکا ہے، آئینے سے مراد بلوری آئینہ نہیں، بلکہ

نولادی آئینہ ہے۔

۲۔ شرح: محبوب سے ہم بغل ہونے کے بعد میرے دل کی حالت

دیکھنے سے تعلق رکھتی ہے۔ محبوب کے جسم کا بال بال مجھے ایسی نگاہ معلوم ہوتا

ہے، جو میری دلی کیفیتوں سے آگاہ ہو۔